2007
On the Occasion of 150th Anniversary
of the War of Freedom (1857)
داستانِ غدر
ظہیر دہلوی
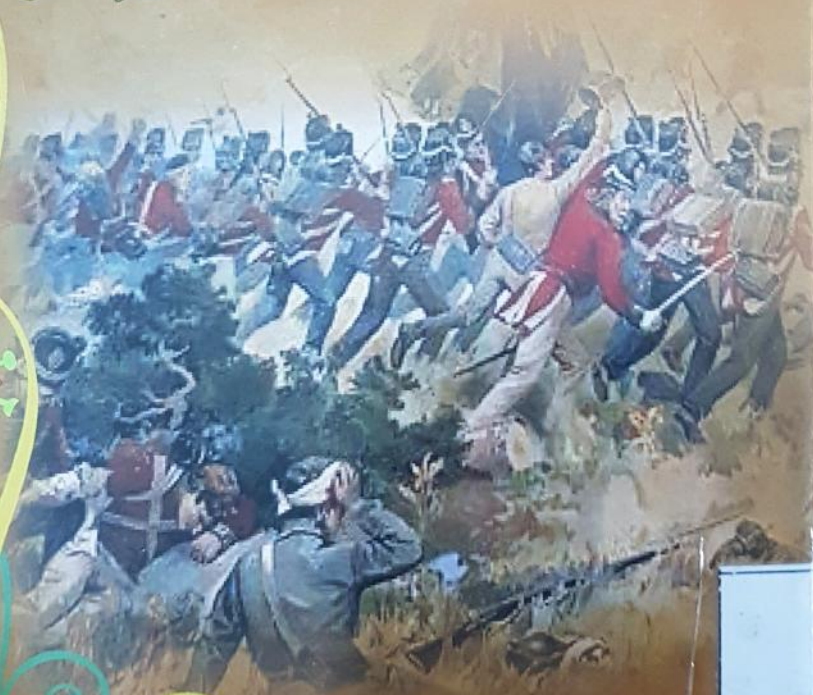
لال ڈگی کے سرے پر پہنچے اور ہسپتال میں داخل ہو کر ڈاکٹر صاحب کی مزاج پرسی کی۔ چمن لال ڈاکٹر ذات کے کایستھ تھے۔ تھوڑے عرصہ سے وہ اور ماسٹر رام چندر دونوں عیسائی ہو گئے تھے۔ اس وقت شفاخانہ میں سوار جا کر نکیرین کی طرح چھاتی پر سوار ہو گئے اور سوال کیا' کیا دین رکھتے ہو؟ ڈاکٹر صاحب نے کہا' عیسیٰ مسیح کا۔ فرقہ باغیہ نے ان کو بھی ایک ضرب طپنچہ میں پادری صاحب کے پاس پہنچا دیا۔ شفاخانہ توڑ پھوڑ کر سب برابر کیا۔ ان دونوں شخصوں کے مارے جانے کی خبر تمام شہر میں پھیل گئی اور تمام بدپیشہ بدمعاش چوٹے اٹھائی گیرے کرکی بانڈی باز مال مردم خور جو ایسے مواقعات کے منتظر رہتے تھے' گھروں سے نکل نکل کر آن موجود ہوئے اور ایک جم غفیر اور اژدحام کثیر فرقہ باغیہ میں شامل ہو گیا۔ اب ایک سوار ہے پچاس بدپیشہ اس کی اردلی میں دوڑے جاتے ہیں۔ سوار کسی پر دست درازی کرتے ہیں' بدمعاش لوٹ کھسوٹ کرنے لگتے ہیں اور سامان توڑ پھوڑ کر برابر کر دیتے ہیں۔ جو شے آتی ہے' اسے لے بھاگتے ہیں۔ رفتہ رفتہ یہ نوبت پہنچی کہ سوارانِ باغیہ قلعہ کے لاہوری دروازہ تک جا پہنچے۔ کوئی ان کا سدراہ نہ ہوا۔ وہاں پہنچ کر فرقہ باغیہ نے دریافت کیا کہ انگریز لوگ کہاں ہیں؟ کسی نے کہہ دیا کہ انگریز لوگ اور تمام تھانیدار کوتوال نجیباں وغیرہ سب کلکتہ دروازہ پر جمع ہیں۔ یہ سنتے ہی سوارانِ باغیہ میں سے پانچ سواروں نے کلکتہ دروازہ کی جانب گھوڑوں کی باگیں اٹھا دیں اور سرپٹ گھوڑے بگٹٹ وہاں سے روانہ ہوئے۔ باقی سوار تمام زیر دیوار قلعہ لب خندق لال ڈگی کی سڑک پر کھڑے رہے۔ یہ پانچ سوار جو آندھی بگولے کی طرح سے گڑبڑ گڑبڑ کرتے ہوئے بلاتحاشا قریب کلکتہ دروازہ پہنچے اور ان کے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز محافظانِ دروازہ جو بالائے دیوار شہر پناہ روزنوں میں بندوقیں نکالے ہوئے سواروں کے انتظار میں کھڑے تھے' پل کی طرف دیکھ رہے تھے' ان کے کان میں پہنچی اور پشت پھیر کر جو سواروں کو آتے ہوئے دیکھا' یکبارگی سب کے اوسان خطا ہو گئے اور کسی کے منہ سے یہ نکلا کہ اے وہ تو یہ آ گئے۔ پس کہنا غضب ہو گیا' ڈنڈی پر اور ڈنڈی کے نیچے جتنے انگریز اور کوتوال اور تھانیدار نجیب کھڑے ہوئے تھے' سب کے پاؤں اٹھ گئے۔ اس وقت ایسا ہیز اور نامردی طبیعتوں پر مستولی ہوئی۔ کسی کی جرأت اور ہمت نہ پڑی کہ ان پانچ سواروں پر حملہ کرے اور ان پانچ سواروں کا رعب ایسا غالب ہوا کہ ڈنڈے پر سے کود کود کر سب نگہہ مود دروازہ کی جانب فرار ہو گئے۔ اس وقت اگر یہ لوگ مٹھی مٹھی بھر خاک ڈال دیتے تو وہ دب کر رہ جاتے مگر استغفر اللہ کس کی جرأت تھی کہ ان کے مقابل ہوتا جیسے بکریوں میں شیر آن پڑا بھاگنے کے سوا کوئی چارہ نہ سوجھا۔ اب میدان صاف ہو گیا۔ رہ گئے بیچارے ریذیڈنٹ بہادر اور قلعہ دار صاحب ان کے سوا چڑیا تک کا نام و نشان نہ پایا۔

ان پانچوں سواروں نے صاحب ریذیڈنٹ بہادر کی بگھی کو آ گھیرا مگر واہ ری جرأت و ہمت صاحب ممدوح کی کہ اس وقت بے کسی میں ذرا انتشار طبیعت اور اضمحلال خاطر کو دل میں نہ آنے دیا اور بہ استقلال تمام بگھی کو گھوڑے کی باگ قلعہ کے دروازہ کی جانب پھیر دی اور چابک مار کر گھوڑے کو تیز کر دیا اور سوار بھی ساتھ کے ساتھ ہی شمشیر برہنہ کیے ہوئے بہ ارادۂ قتل چلے آتے تھے کہ ایک سوار نے گھوڑا بڑھا کر چاہا کہ تلوار کا وار کرے۔ صاحب ریذیڈنٹ نے جیبی طپنچہ